کیا آیتِ ربا قرآن کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ہے؟

عبدالعظیم اصلاحی

ربا (سود) کے بارے میں درج ذیل آیت بہت ہی مشہور ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبٰوا لاَ يَقُومُونَ إِلاَّ كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُواْ إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَأَحَلَّ اللّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَن جَاءهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانتَهَىَ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ. يَمْحَقُ اللّهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّهُ لاَ يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ. إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصّٰلِحٰتِ وَأَقَامُواْ الصَّلٰوةَ وَآتَوُاْ الزَّكٰوةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ. فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لاَ تَظْلِمُونَ وَلاَ تُظْلَمُونَ. وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ. وَاتَّقُواْ يَوْماً تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ۔ (البقرہ/۲۷۵-۲۸۱)

’’جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (روز قیامت) ایسے اٹھیں گے جیسے شیطان نے انھیں چھو کر باؤلا کردیا ہو۔ ایسا اس لیے ہوگا کہ وہ کہتے ہیں کہ آخر تجارت بھی تو سود کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور ربا کو حرام قرار دیا ہے، پس

جس کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچ گئی اور وہ باز آ گیا تو اس کا ہے وہ جو گزر چکا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اور جس نے پھر ارتکاب کیا تو ایسے لوگ جہنمی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر ناشکرے اور گنہ گار کو ناپسند کرتا ہے۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور انھوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ دیا ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم (واقعی) ایمان لانے والے ہو۔ پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ قبول کرو۔ اور اگر تم توبہ کرلو تو تم اصل سرمایہ کے حق دار ہو۔ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اور اگر وہ (قرض خواہ) بہتر ہے اگر تم جانو۔ اور ڈرو اس دن سے جس روز تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔"

اس مضمون میں اس آیت ربا سے متعلق حضرت عمرؓ سے مروی ایک "اثر" پر کلام کیا گیا ہے[۱] جس سے غلط فائدہ اٹھا کر بعض مصنفین نے ربا (سود) کی معروف و مسلم تعریف کو نظر انداز کر کے اپنے اپنے طور پر سود کی ایسی تعریفات پیش کی ہیں جن سے بعض حالات میں تحریم سود بے معنیٰ ہو کر رہ جاتی ہے۔ پوری روایت اس طرح ہے:

حدثنا نصر بن علي الجهمي، حدثنا خالد بن الحارث، حدثنا سعيد (بن عروبه) عن قتادة عن سعيد بن المسيب عن عمر بن الخطاب قال "إن آخر ما نزلت آيت الربا. وإن رسول الله ﷺ قبض ولم يفسرها لنا فدعوا الربا والريبة۔[۲]

بیان کیا ہم سے نصر بن علی الجہمی نے کہ بیان کیا ہم سے خالد بن الحارث نے کہ بیان کیا ہم سے سعید (بن عروبہ) نے قتادہ سے سن کر انھوں نے سعید بن المسیب سے سن کر کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ "سب سے آخر میں جو چیز نازل ہوئی وہ آیتِ ربا ہے۔ اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا اس حال میں کہ آپ نے اس کی تفسیر نہیں بیان کی۔ اس لیے صریح ربا اور جو مشکوک ہے دونوں کو چھوڑ دو۔

بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ آیۃ ربا آخر ما نزل من القرآن ۳۔ (آیت ربا قرآن کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ہے)۔

راقم سطور کو یاد نہیں کہ سب سے پہلے کب اس روایت کو پڑھا، لیکن اتنا یاد ہے کہ اس کے ظاہری معنی کو دل نے قبول نہیں کیا۔ یہ روایت بار بار نظر سے گزری اور ہر بار اس سے متعلق تردد اور بے اطمینانی میں اضافہ ہی ہوا۔ اس روایت پر ہی غور وفکر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے کمزور پہلو مجھ پر واضح ہو گئے (فللہ الحمد) جن کی تفصیلات آنے والے صفحات میں پیش کی جا رہی ہیں۔

وفات سے کتنے پہلے؟

پہلی چیز جو اس اثر میں قابل توجہ ہے وہ یہ کہ اس کی مختلف روایات میں اس بات پر اتفاق نہیں ہے کہ اس آیت کے نزول اور نبی کریم ﷺ کی وفات کے درمیان کتنا وقفہ رہا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کے بعد حضور پاک ﷺ اکیاسی (۸۱) دن زندہ رہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اکیس (۲۱) دن آپ ﷺ زندہ رہے، سعید بن جبیر کا کہنا ہے کہ اس کے اور نبی کریم ﷺ کی وفات کے درمیان نو (۹) راتوں کا فرق رہا۔ سات (۷) دنوں کی بھی روایت ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف تین گھنٹوں کا وقفہ رہا۔ یہ سارے اقوال امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں جمع کر دیے ہیں ۔۴۔ ان اقوال کی کمزوری بالکل عیاں ہے اور یہ باہم متعارض بھی ہیں، ان کی اسناد بھی تحقیق طلب ہیں۔ سیرت رسول ﷺ سے واقف حضرات کو معلوم ہوگا کہ وصال سے پہلے مزاج مبارک کا کیا حال تھا۔ بھلا آیت ربا جیسی اہم آیت کو اس موقع پر نازل کرنے کی کیا مصلحت وضرورت ہو سکتی ہے؟

روایت میں آیت کی تعیین نہیں

اس اثر (روایت) کی ایک اور کمزوری یہ ہے کہ اس میں کوئی وضاحت نہیں کہ حضرت عمرؓ کی مراد کس آیت ربا سے تھی؟ مفسرین نے عام طور پر اس بات کو سورہ بقرہ میں

وارد آیات ربا کی تفسیر میں ذکر کیا ہے، لیکن یہ غور طلب ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ بظاہر اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ جاہلیت کا سارا سود ساقط کیا جاتا ہے تو سورہ بقرہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی: **فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون** (البقرہ/۲۷۹)۵ تو مفسرین اس سے یہ سمجھا کہ آخری آیت ربا سے مراد سورہ بقرہ کی آیتیں (آیات ۲۷۵-۲۸۱) ہیں۔

سورہ بقرہ کی آیات ربا کو مراد لینے کی ایک اور وجہ

شاید بعد کے مفسرین نے اس روایت کو سورہ بقرہ کی آیات سے متعلق اس لیے بھی قرار دیا ہے کہ اس سلسلہ کی آخری آیت **واتقوا یوما ترجعون فیه إلی الله** (سورۃ البقرہ/۲۸۱) کی بابت حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ یہ جب نازل ہوئی تو اس وقت نبی کریم ﷺ عرفہ میں وقوف کیے ہوئے تھے۔ حضرت جبریلؑ نے بتایا کہ اے محمد ﷺ اس کو سورہ بقرہ آیت ۲۸۰ کے بعد رکھیے۶۔ اس سے بعض راویوں نے شاید یہ سمجھا ہو کہ سورہ بقرہ کی تمام آیات ربا قرآن کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیتیں ہیں۔

یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ امام بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہ روایت کی ہے کہ آیت ربا سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ہے۔ لیکن وہاں بھی وضاحت نہیں ہے کہ کون سی آیت ربا؟ ان کی روایت میں یہ ذکر بھی نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا اور آپ ﷺ نے اس کی تفسیر نہیں کی۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ والی روایت میں بھی یہ اضافہ کسی راوی کا ہو ورنہ حضرت عمرؓ ایسی بات نہیں کہہ سکتے تھے جیسا کہ ہم آئندہ اس کی وضاحت کریں گے۔ بہر حال حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت پر امام داؤدی نے اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس روایت کے نقل کرنے میں یا تو راوی کو وہم ہوگیا ہے یا ان سے روایت کرنے میں اختلاف ہوگیا ہو کیوں کہ مصنف نے تفسیر کے باب میں واضح طور پر ان سے یہ روایت کی ہے کہ آخری آیت جو نازل ہوئی وہ ارشاد باری "**واتقوا یوما ... الآیة** ہے۔ اسی طرح آیت ربا کے اس سے قریب ہونے

کی وجہ سے راوی کو شاید وہم ہوگیا ہو، (اور آیت ربا کے بارے میں بھی آخری آیت ہونے کی بات کہہ دی ہو)''۔ ۷

کیا ربا کی تعریف کی ضرورت تھی؟

یہ بات قابل غور ہے کہ مذکورہ اثر میں آیا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اس حال میں کہ انھوں نے اس اس کی تفسیر ہم سے بیان نہیں کی''۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن میں مذکور ربا کی تعریف وتفسیر کی ضرورت تھی؟ ربا یا سود کیا ہے یہ قدیم زمانے سے معروف ومعلوم رہا ہے۔ اس سے اہل یونان بھی واقف تھے اور اہل ہند بھی۔ سود کیا ہے یہ یہود ونصاریٰ بھی جانتے تھے جس طرح اہل عرب جانتے تھے یعنی قرض پر دی گئی رقم کو بڑھا کر وصول کرنا اس وقت کے بدلے جو اس رقم کے استعمال کے لیے دیا گیا ہے۔ سود کی یہ ماہیت ہر قوم، ہر ملک اور ہر زمانے میں معروف ومشہور رہی ہے۔ پھر کیا اسلام میں اس کی تعریف وتفسیر کی ضرورت تھی؟ حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں جس ربا کی ممانعت آئی ہے وہ تاریخ اسلام میں کبھی مختلف فیہ نہیں رہا ہے۔ ربا ہی نہیں، قرآن میں بعض دیگر منہیات بھی آئی ہیں، جیسے قمار، سرقہ اور کذب وخیانت ان کی بھی تفسیر وتفصیل نہیں بیان کی گئی ہے کیونکہ لوگ ان سے اچھی طرح واقف تھے، پھر ربا کے بارے میں یہ کہنا کسی طرح سے معقول ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ رخصت ہوگئے اس سے پہلے کہ وہ اس کی تفسیر بیان کرتے؟

قرآن مجید کوئی درسی کتاب نہیں ہے کہ وہ طلبہ کے لیے کو ہر موضوع پر گفتگو سے پہلے اس کی تعریف بیان کردے، وہ تو کتاب ہدایت ہے وہ ان چیزوں کی تعریف نہیں بیان کرتی جو معاشرہ میں معروف ومشہور ہوں، البتہ اس میں کلام نہیں کہ جہاں تفسیر وتفصیل کی ضرورت تھی اس کو قرآن اور رسول ﷺ نے بیان کردیا ہے کیونکہ یہی تو آپ ﷺ کا فرض منصبی تھا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ولعلھم

یتفکرون۔ (النحل/۴۴)

الرا – کتاب احکمت آیاته ثم فصلت من لدن حکیم خبیر (ھود/۱)

ان علینا جمعه وقرآنه، فاذا قرآناه فاتبع قرآنه، ثم ان علینا بیانه (القیامہ/۱۷-۱۹)

وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لهم الذی اختلفوا فیه وهدی ورحمة لقوم یومنون (النحل/۶۴)

کیا زیر بحث اثر کی زد قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر نہیں پڑتی۔ بھلا سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی چیز کو حرام قرار دے اور جو اس سے رکے نہیں اس کے خلاف اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے جنگ کا اعلان فرمادے اور پھر اس چیز کو مبہم چھوڑ دے اور اللہ کے رسول ﷺ اس کی تفسیر نہ بیان کریں۔ ابن عاشور اپنی تفسیر "التحریر" میں لکھتے ہیں کہ "ابن عربی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ربا کے معنی چھپن (۵۶) حدیثوں میں بیان کیے ہیں"۔ ۷

ربا کی حرمت عرب جاہلیت میں

اسلام سے پہلے عرب جاہلیت میں بھی ربا ایک ناپسندیدہ چیز رہی ہے۔ اگرچہ ان کی سوسائٹی میں اس کا بڑا چلن تھا لیکن وہ اسے کوئی پاکیزہ کمائی نہیں سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سیلاب سے کعبہ کی دیوار منہدم ہوگئی تو انھوں نے اعلان کردیا کہ اس کی تعمیر میں کوئی شخص سود کی کمائی نہ لگائے۔ ۸

تحریم ربا عہد مکی میں

صحیح یہ ہے کہ ربا رسول اللہ ﷺ کے عہد مکی سے حرام رہا ہے۔ سورۃ المدثر مکہ میں نازل ہونے والی اولین سورتوں میں سے ہے۔ اس میں آیا ہے کہ "لاتمنن تستکثر" (المدثر/۶) یعنی کسی پر احسان نہ کرو اس سے زیادہ کی طلب میں۔ علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک اس سے مراد تحریم سود ہے۔ ۹ اسی طرح سورۃ الروم بھی مکی ہے جس میں وارد ہے:

وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ (الروم/۳۹)

جو ربا بھی تم دیتے ہیں کہ اس سے لوگوں کے مال میں اضافہ ہو تو اللہ کے نزدیک اس سے کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

واقعہ معراج جو رسول اللہ ﷺ کے قیام مکہ کے آخری دور میں پیش آیا۔ حدیث میں اس کی تفصیلات میں مذکور ہے کہ ''دریا کے بیچ ایک آدمی پتھر لیے کھڑا تھا تو وہ شخص جو دریا میں (پہلے سے موجود تھا) جب اس سے نکلنا چاہتا تو جس کے ہاتھ میں پتھر تھا وہ اس شخص کے منہ پر دے مارتا جس سے وہ اپنی پہلی جگہ پھر پہنچ جاتا۔ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) میں نے (جبرئیلؑ سے) پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ جس کو آپ نے دریا میں دیکھا ہے وہ سود خوار تھا۔[10] اس حدیث سے مترشح ہے کہ اگر سود حرام نہ ہوتا تو حضور پاک ﷺ ضرور دریافت فرماتے کہ آخر ایک چیز جو منع نہیں ہے اس پر یہ سزا کیوں؟ اس سے معلوم ہوا کہ ہجرت سے پہلے بھی سود محرمات میں شامل تھا۔

ربا کی تحریم عہد مدنی میں

عہد نبوی ﷺ میں بھی ربا کی تحریم بالکل ابتداء سے رہی ہے اس لیے کہ سورہ مائدہ جو مدنی ہے اس میں مذکور ہے کہ ربا کی ممانعت یہودیوں کے یہاں بھی تھی جس کی انھوں نے خلاف ورزی کی۔ اسی سبب سے ان پر سخت قسم کی پابندیاں عاید کی گئیں ملاحظہ ہوں آیات:

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا. وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا۔ (النساء/۱۶۰-۱۶۱)

پس اسی ظلم کی وجہ سے جو ان لوگوں نے کیے جو یہودی تھے ہم نے ان پر وہ بہت سی پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو (پہلے) ان پر حلال تھیں۔ اور اس بنا پر بھی کہ وہ اللہ کی راہ سے بہت زیادہ روکتے تھے اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ وہ ان کے لیے منع تھا اور ان کے لوگوں نے مال باطل طریقے پر کھانے کی وجہ سے اور ہم نے ان میں سے وہ جو کافر ہیں دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اہل ایمان سے مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لاَ تَأْكُلُوا الرِّبٰوا أَضْعَافاً مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ۔ (آل عمران/۱۳۰-۱۳۱)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو سود نہ کھاؤ دوگنا چوگنا کر کے اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

ان آیات کے بارے میں طے ہے کہ یہ غزوہ احد کے بعد نازل ہوئیں اور کسی نے دعویٰ نہیں کیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخر میں نازل ہوئیں۔

اس مضمون کے شروع میں یہ بات آ چکی ہے کہ سورہ بقرہ جو کہ بعض روایات کے مطابق مدینہ میں نازل ہونے والی پہلی سورہ ہے کے آخر میں جو آیات ربا (۲۷۵-۲۸۱) وارد ہیں وہ سورہ کے آخر میں نازل ہوئیں نہ کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخر میں۔ اس کی مزید وضاحت نیچے بھی آ رہی ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران سے اس بات پر صلح کی تھی کہ وہ سود نہیں کھائیں گے۔[۱۱] اہل نجران کا وفد ۹ ہجری میں مدینہ آیا تھا۔ اب کیا یہ بات تسلیم کی جا سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نصاریٰ کو ایک بری چیز سے منع فرمائیں اور خود مسلمانوں کو اس کی اجازت رہے؟

اسی طرح ربا الفضل اور ربا النسیہ سے متعلق احادیث عہد مدنی کے آغاز سے لے کر سن ۶ ہجری تک بیان ہوئی ہیں۔ یہ بات بھی قرین قیاس نہیں معلوم ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ ربا الفضل اور ربا النسیہ سے منع فرمائیں جب کہ ابھی قرآن میں ربا سے متعلق حتمی طور پر ممانعت نہیں آئی ہو۔ حضور پاک ﷺ کوئی چیز اپنے جی سے نہیں فرماتے تھے۔ ومایںطق عن الھوی۔ (النجم/۳)

اثر عمرؓ سے بے جا استفادہ

حضرت عمرؓ سے مروی اثر کی وجہ سے اسلامی معاشیات میں ربا کی تعریف سے متعلق بڑی بحثیں چھڑ گئی ہیں۔ اگر اس اثر سے ہمارے بعض معاصرین نے غیر مقبول و

نامحمود نتائج نہ اخذ کیے ہوتے تو ہم اس موضوع پر ہرگز قلم نہیں اٹھاتے۔ فی الحقیقت اس روایت سے دور حاضر کے خود ساختہ فقیہوں اور نام نہاد مجتہدین کے سامنے دروازہ کھل گیا کہ ربا کی جیسے چاہیں تفسیر وتعریف بیان کریں۔ بہت سے لوگوں نے ربا القرآن اور ربا الحدیث کو گڈمڈ کر دیا یا دونوں کو ایک ہی پلڑے میں رکھ دیا جب کہ ربا القرآن کی ممانعت قطعی اور اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے لیکن ربا الحدیث کے سلسلہ میں کافی اختلافات ہیں۔ نیچے ہم اس طرح کی کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں:

زیر گفتگو روایت کی بنیاد پر مصری مصنف سعید العشماوی کی رائے ہے کہ اسلام میں ربا کی کوئی تعریف نہیں آئی ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا قرآنی آیات ربا کی وضاحت کرنے سے پہلے وصال ہوگیا۔[۱۲]

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قدیم فقہاء کے نزدیک ربا القرآن معروف و مسلم اور اس کی تحریم سے متعلق کوئی اشتباہ نہیں تھا اس وجہ سے انھوں نے شاذ و نادر ہی اس کی تعریف بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ البتہ ربا الحدیث کے مختلف پہلوؤں پر کافی نزاع رہی ہے اسی لیے ربا کے نام سے انھوں نے ربا الحدیث ہی پر زیادہ تر کلام کیا ہے۔ اقبال احمد خاں سہیل نے ان راویوں کے ذکر کرنے کے بعد دعویٰ کیا ہے کہ مذاہب اربعہ میں ربا کا مسئلہ اختلافی رہا ہے اور ربا کی تعریف پر ان میں کوئی اتفاق رائے نہیں ہے[۱۳]۔ اسی روایت کی بنا پر ایک مصنف تو یہاں تک کہہ گئے کہ ربا کی آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی اور جب پیغمبر اس کو نافذ نہیں کر سکے تو تابدیگراں چہ رسد۔ بالفاظ دیگر وہ ممانعت ربا کو ایک غیر عملی حکم قرار دیتے ہیں[۱۴]۔ اسلامی مالیات پر لکھنے والے مشہور مصری امریکی مصنف محمود الجمل نے بھی اپنی کتاب اسلامک فائنانس میں ربا القرآن اور ربا الحدیث کو درج ذیل بیان میں گڈمڈ کر دیا ہے: ''فقہاء نے اس ربا کو حرام قرار دیا ہے جو دو ہم جنس اشیاء کے تبادلے کی شکل میں پیش آتا ہے جن میں سے ایک بدل مقدار میں زیادہ ہوتا ہے''[۱۵]۔ ظاہر ہے یہ ربا الفضل کی تعریف ہوئی نہ کہ اس ربا کی جو قرآن میں مذکور ہے اور جو قرض کے لین دین میں واقع ہوتا ہے۔

اسی طرح پروفیسر محمد طاہر منصوری نے اپنی کتاب: Shariah Maxims: Modern Applications in Islamic Finance میں ربا کی متعدد تعریفات کو یکجا جمع کر دیا ہے اور یہ واضح نہیں کیا کہ ان میں ربا القرآن کی کون سی تعریف ہے اور ربا الحدیث کی کون سی تعریف ہے [۱۶]۔ یہ ذکر آ چکا ہے کہ ربا القرآن اور ربا الحدیث دونوں ایک ہی درجے کی منہیات نہیں ہیں۔ ربا القرآن تو وہ اضافی رقم ہے جو قرض پر دی گئی رقم کے علاوہ طلب کی جاتی ہے۔ ربا کی یہ شکل ہر قوم اور ہر زمانہ میں معروف و مسلم رہی ہے۔ لیکن ربا الحدیث - یعنی دو ہم جنس اشیاء کا باہم تبادلہ جن میں ایک کی مقدار زیادہ ہو- ربا کی ایک ایسی قسم ہے جس کا ذکر صرف احادیث میں آیا ہے اور جو اسلام کے ساتھ مخصوص ہے اس کی حکمت، علت، حکم اور درجہ میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے جب کہ ربا القرآن کی حرمت پر اہل اسلام کا اجماع رہا ہے۔

رشید رضا اور بعض دوسرے مصنفین نے اس ربا کے بارے میں جو ابتداءِ معاملہ میں فریقین کے مابین اتفاق سے طے ہو اور اس ربا کے درمیان جو بوقت ادائیگیِ قرض مزید مہلت دے کر اضافی رقم طلب کی جائے فرق کیا ہے۔ یہ گروہ پہلے کو جائز اور دوسرے کو ناجائز سمجھتا ہے۔ ان کے اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ ربا الجاہلیہ کی تشریح میں ابتداءِ معاملہ میں زیادتی کے سلسلہ میں خاموشی ہے۔ حالانکہ اس خاموشی کی خاص وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ہمیشہ سے سود کی شرح یا مقدار ابتداء معاملہ ہی طے ہوتی رہی ہے۔ اس لیے اس کا ذکر نہیں آیا۔ یوں بھی اس بات سے فرق نہیں پڑتا کہ شروع ہی میں اضافہ طے ہو یا بوقتِ ادائیگی اس شرح پر یا نیا اضافہ طے کر کے مزید مہلت دی جائے۔

"آخر آیۃ نزلت" کا ایک خاص مفہوم

(جیسا کہ ہم بعد میں اس سے بحث کریں گے) صرف آیت ربا ہی نہیں بہت سی آیتوں کے بارے میں یہ وارد ہوا ہے کہ وہ آخری نازل ہونے والی آیت ہے۔ اس کا مفہوم مفسرین نے یہ لیا ہے کہ وہ آیت محکم اور اپنے حکم میں آخری آیت ہے اس میں کوئی

نسخ یا تبدیلی نہیں واقع ہوئی۔ بعض نے اس کے معنی یہ لیے ہیں کہ حلال وحرام کے بیان میں مذکورہ آیت آخری آیت ہے ۱۸۔ اس معنی کے لینے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ سیاق و سباق سے معلوم ہو کہ اس طرح کسی سوال کے ضمن میں "آخر آیة نزلت" کہا گیا ہے۔

"قبض رسول الله ولم یفسرها لنا" کا مطلب

روایت میں یہ جو آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اس حال میں کہ آپ ﷺ نے اسی کی تفسیر نہیں بیان کی تو راقم سطور کو اس کی کوئی تسلی بخش تاویل سمجھ میں نہیں آئی۔ اور شاید یہ الجھن بہت سے قارئین کو لاحق ہوئی یہی وجہ ہے کہ بعض نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ "اس سے مراد ایسی جامع تفسیر جو اس کی تمام جزئیات کو حاوی ہو اور کسی قیاس کی زحمت سے بے نیاز کردے، ورنہ اس کی تفسیر تو بیان ہوئی ہے۔ اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ ربا کے باب میں احتیاط بہت ضروری ہے"۱۹۔

ناچیز مقالہ نگار کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس لیے نہیں بھیجے گئے تھے کہ آپ ﷺ تمام احکام کی ایسی وضاحت فرمادیں جو ان کی تمام جزئیات کو شامل ہو اس طرح کہ اس کے بعد قیاس کی کوئی ضرورت نہ رہے۔ کیا آپ ﷺ نے قمار کی کوئی ایسی تعریف یا تفسیر بیان فرمائی ہے جو اس کی ساری جزئیات کو حاوی ہو اس طرح کہ اس کے بعد قیاس کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے؟ لیکن اس کے بارے میں کوئی نہیں کہتا کہ رسول اللہ ﷺ رخصت ہوگئے اور آپ ﷺ نے اس کی تفسیر نہیں بیان فرمائی؟ صحیح بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس لیے تشریف نہیں لائے تھے کہ جو چیز معاشرہ میں معلوم ومعروف ہو اس کی تفسیر فرمائیں۔ ربا بھی اسی طرح کی چیز ہے جیسا کہ ہم نے اوپر ثابت کیا ہے۔ اس لیے قرآن میں مذکور ربا کی تعریف وتفسیر کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ رہے فروع اور جدید مسائل تو ان کی کوئی حد وشمار نہیں ہے ان کے حل کے لیے آپ ﷺ نے امت کو اجتہاد کرنے کی تلقین کی ہے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف روانہ کرتے ہوئے دریافت فرمایا کہ جب تم کو قرآن وسنت میں کوئی چیز نہ ملے تو

کیا کرو گے، اس پر انھوں نے کہا کہ اجتہاد کروں گا جس کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تائید و تحسین کی[۲۰]۔

کچھ اور آیتوں کے بارے میں سب سے آخر میں نازل ہونے کی روایتیں

آیت ربا، جیسا کہ اوپر ہم نے عرض کیا، تنہا آیت نہیں ہے جس کے بارے میں روایت ہے کہ سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ بہت سی دوسری آیات کے بارے میں بھی اسی طرح کی باتیں منقول ہیں۔ مثلاً:

عمرو بن قیس نے ہم سے بیان کیا انھوں نے معاویہ بن ابوسفیان کو منبر پر آیت **الیوم اکملت لکم دینکم** کو آخر تک پڑھا اور فرمایا کہ یہ عرفہ کے دن یوم جمعہ کو نازل ہوئی۔ پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی: **فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً** (الکہف/۱۱۰) اور کہا کہ یہ آخری آیت ہے جو نازل ہوئی[۲۱]۔

سورۃ النساء کے آخر میں وارد آیۃ کلالہ کے بارے میں بھی آیا ہے کہ احکام کے سلسلہ میں نازل ہونے والی یہ آخری آیت ہے[۲۲]۔

قتل مؤمن کے سلسلہ میں اسی سورہ کی آیت (نمبر ۹۳) "**ومن یقتل مومناً متعمدا فجزاءہ جھنم**" کے بارے میں بھی اہل کوفہ کے درمیان اختلاف پایا گیا تو حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا گیا، تو انھوں نے فرمایا کہ سب سے آخر میں قرآن کی نازل ہونے والی آیتوں میں سے یہ آیت ہے اور اس کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا ہے[۲۳]۔

آیت "**واتقوا یوما ترجعون فیه إلی الله**" (البقرہ/۲۸۱) جو کہ سورہ بقرہ کی آیات ربا کے آخر میں ہے اس کا تذکرہ اوپر آچکا ہے اس کے بارے میں سُدّی سے روایت ہے کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ہے اس کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے درمیان صرف نو راتوں کا فاصلہ تھا[۲۴]۔

تدوین قرآن کے سلسلہ میں خزیمہؓ بن ثابت نے کہا کہ "آپ لوگوں نے دو

آیتوں کو چھوڑ دیا ہے انھیں لکھا نہیں، لوگوں نے پوچھا وہ کون سی دو آیتیں ہیں، انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ آیت سیکھی ہے: **لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤوف رحیم** (التوبہ/۱۲۸)۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ نے نازل فرمائیں۔ تو کیا خیال ہے انھیں ہم کہاں رکھیں؟ ان دو آیتوں کو سب سے آخر میں جو قرآن کی آیت نازل ہوئی ہے اس کے آخر میں انھیں رکھ دیتا ہوں۔ پھر ان دونوں کو سورہ توبہ کے آخر میں رکھ دیا گیا'' ۲۵۔

یہ بات ناقبل یقین ہے کہ ان آیتوں میں ہر ایک سب سے آخر میں نازل ہوئی ہو، اس لیے ان کی تاویل و تطبیق ضروری ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس طرز بیان کو ہم تاکید کے مفہوم میں لیں۔ یعنی یہ آیت اپنے موضوع پر حرف آخر ہے، اسے کسی شئ نے منسوخ نہیں کیا ہے۔

آیت ربا کا عہد مدنی کے آغاز میں نزول کی صراحت وشہادت

حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ آیت ربا سورۃ البقرہ کے آخر میں عہد مدنی کے آغاز میں نازل ہوئی۔ گویا آخر میں نازل ہونے کا مطلب ہوا سورۃ البقرہ کے آخر میں نہ کہ قرآن کے آخر میں۔ ملاحظہ ہوں اس سلسلہ کی روایات:

''مسروق سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا جب سورۃ البقرہ کے آخر کی آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور وہاں انھیں پڑھا اور شراب کی تجارت کو حرام قرار دیا'' ۲٦۔

یہی روایت کچھ دوسرے الفاظ کے ساتھ اس طرح آئی ہے:

مسروق نے کہا ''حضرت عائشہؓ نے فرمایا جب اللہ عز وجل نے سورۃ البقرہ کے آخر کی آیات ربا نازل فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ اٹھے اور ہمارے سامنے ان کی تلاوت

فرمائی۔ چنانچہ شراب کی تجارت کو حرام قرار دے دیا'' ۲۷۔

مذکورہ بالا حدیث میں وارد سود اور شراب کے تعلق کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ سیوطیؒ نے سنن ابوداؤد کے حاشیہ میں یہ رائے ظاہر کی ہے:

''حضرت عائشہؓ سے مروی بعض احادیث میں آیا ہے کہ جب سورۃ البقرہ نازل ہوئی تو اس میں شراب کی تحریم بھی نازل ہوئی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمادی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات میں تحریم خمر کا بھی ذکر تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی'' ۲۸۔

یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ شراب کی تحریم مدنی دور کے آغاز میں سن دو یا تین ہجری میں ہوئی۔ اس طرح سورۃ البقرہ میں وارد آیاتِ ربا کا زمانہ بھی دو یا تین ہجری ٹھہرا۔

حدیث عائشہؓ کی تاویلات کا محاکمہ

نہ معلوم کہ کیوں حضرت عائشہؓ کی اس صریح روایت کے باوجود کہ آیت ربا سورۃ البقرہ کے آخر میں نازل ہوئی بعض علماء سلف نے اسے قبول نہیں کیا بلکہ مختلف احتمالات کے ذریعہ اس کے اثر کو زائل کر دیا۔ حالانکہ مناسب یہ تھا کہ اثر عمرؓ کی تاویل کی جاتی اور اس میں احتمالات سوچے جاتے، مثال کے طور پر امام نوویؒ رقم طراز ہیں کہ قاضی عیاض اور کچھ دیگر حضرات کا کہنا ہے کہ تحریم خمر تو سورہ مائدہ میں آئی ہے، جو آیتِ ربا سے بہت پہلے نازل ہوئی کیونکہ آیت ربا سب سے آخر میں نازل ہوئی یا سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیات میں سے ہے۔ اس کا احتمال ہے کہ تجارتِ خمر کی تحریم شراب کی حرمت کے بعد میں آئی ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ شراب کی حرمت کے ساتھ تجارتِ خمر کی تحریم بھی آئی ہو پھر حضور ﷺ نے آیتِ ربا کے نزول کے بعد دوبارہ اس کی تاکید فرمائی اور اس کا اعلان عام کیا۔ یا شاید اس لیے دوبارہ اعلان فرمایا کہ اس مجلس میں کچھ ایسے لوگ موجود رہے ہوں جن تک شراب کی تجارت کے حرام ہونے کی خبر اس سے پہلے نہ پہنچی ہو'' ۲۹۔

یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ یہ سارے احتمالات اس لیے پیدا کیے جا رہے ہیں کہ یہ حضرات حضرت عمرؓ سے مروی اثر کو قطعی اور بے احتمال تسلیم کر رہے ہیں اور اسی لیے کہہ رہے ہیں کہ سورۃ المائدہ میں مذکور تحریمِ خمر تحریم ربا سے بہت پہلے آئی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر واضح کیا ہے۔ خود حضرت عمرؓ سے بیان کی ہوئی روایت میں متعدد احتمالات ہیں انھیں ہم نیچے خاتمہ کلام میں تحریر کریں گے۔

سند روایت میں سقم

اس مضمون کی ابتداء میں مذکور اثر عمرؓ کے رواۃ کو عام طور پر محدثین نے صحیح قرار دیا ہے لیکن علامہ سندی نے مجمع الزوائد کے حوالہ سے سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں تحریر کیا ہے کہ اس کے ایک راوی سعید بن عروبہ آخر میں گڈ مڈ کرنے لگے تھے ۳۰۔ اب یہ نہیں معلوم کہ یہ روایت سعید بن عروبہ کی اس کمزوری سے پہلے کی ہے یہ بعد کی؟ صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے یہ قول منسوب کرنا کہ ''رسول اللہ رخصت ہوگئے، اور اس کی (یعنی آیت ربا کی) تفسیر نہیں فرمائی'' سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے کیونکہ آپؐ کا فرمانا تھا کہ حسبنا کتاب اللہ (ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے) ۳۱۔

''ولم یفسرھا لنا'' کی توجیہ

زیر بحث روایت میں ''وقبض رسول اللہ ﷺ ولم یفسرھا لنا'' (اور رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اس حال میں کہ آپ ﷺ نے اس کی (ربا کی) تفسیر نہیں بیان کی) سے مراد اگر ربا القرآن لیا جائے جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے تو اس سے قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے تکمیل رسالت کے دعویٰ پر حرف آتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کا مشن ہی یہ تھا کہ جو کچھ نازل ہوا ہے آپ ﷺ اس کی توضیح و تفسیر بیان فرمادیں۔ ہم نے اوپر عرض کیا ہے کہ ربا القرآن کی تعریف و تفسیر کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ ربا کی کوئی اور شکل تھی، مثال کے طور پر ربا الجاہلیہ کا لفظ ہوسکتا ہے جو آپ ﷺ نے حجۃ الوداع

میں ساقط قرار دیا جس کی آپ ﷺ نے کوئی وضاحت نہیں فرمائی۔ (شاید اس لیے کہ یہ چیز اہل عرب میں معروف ومعلوم تھی)۔ بعد کے لوگوں نے جو اس کی شکل بیان کی اس میں ابتداءً قرض میں اضافہ کی شرط کو نظر انداز کرتے ہوئے ذکر کیا کہ ربا الجاهلیه یہ تھا کہ قرض دہندہ کہتا کہ یا تو ابھی ادا کرو یا آئندہ بڑھا کر دو (اما تقضی او تربی) ۳۲۔ اس سے بعض معاصرین اس پر اصرار کرتے ہیں کہ ربا یہ ہے کہ کسی کو پہلے بلا سود قرض دیا جائے پھر بوقت ادائیگی قرض خواہ کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اصل میں اضافہ کیا جائے ۳۳۔ حالاں کہ اس سے فرق نہیں پڑتا کہ اضافہ کی شرط شروع ہی میں طے ہو یا بعد میں طے کی جائے۔ ربا الجاہلیۃ کی تعریف میں ابتداءً اضافہ کی شرط کا سب سے پہلے ذکر چوتھی صدی ہجری کے عالم ابوبکر الجصاص (۳۰۵-۳۷۰ھ/۹۱۷-۹۸۰ء) نے کیا ہے۔ ۳۴

اسی طرح ربا الحدیث یعنی ربا الفضل کی بہت سی شکلوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ مروی نہیں ہے۔ لیکن ان کی وہ اہمیت نہیں ہے جو ربا القرآن کی ہے، اسی لیے انھیں بعد والوں کے اجتہاد پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ "لم یفسرها لنا" سے ربا الفضل کی یہ شکلیں بھی مراد ہو سکتی ہیں۔

شانِ تحدیث کا ذکر نہیں

یہ عجیب معاملہ ہے کہ قرآنی آیات وسور جو کہ دائمی انطباق کی اہمیت کی حامل ہیں ان کے شانِ نزول کے ذکر کا مفسرین عام طور پر التزام کرتے ہیں لیکن احادیث و آثار میں یہ بات کم ہی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ زیر بحث روایت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس کا سیاق وسباق کیا ہے؟ مخاطب کون تھا؟ اور حضرت عمرؓ کو یہ بات کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کہ "آخری چیز جو نازل ہوئی وہ آیت ربا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی رحلت ہوگئی اس حال میں کہ آپ نے اس کی تفسیر نہیں بیان کی"؟ کیا کوئی مسئلہ درپیش تھا یا حاضرین میں کسی کے سوال کے جواب میں آپ نے یہ بات فرمائی؟ اگر یہ باتیں معلوم ہوتیں تو اس اثر کے معنی ومفہوم کی تعیین میں بڑی سہولت ہوتی۔ بہر حال ذرا غور کرنے سے روایت کی

اندرونی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ مخاطب کو ربا کی بعض صورتوں کے بارے میں شک تھا تو آپ نے پہلی بات یہ فرمائی کہ ربا کی تحریم سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ہے یعنی اس کی حرمت قطعی ہے۔ اس میں کوئی نسخ نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ ربا کی ساری صورتیں حضور پاک ﷺ نے بیان نہیں کی ہیں اور نہ قیامت تک پیدا ہونے والے ہر جزئیہ کو بیان کرنے کی آپ ﷺ پر ذمہ داری تھی، اس لیے جو واضح سود ہے جس میں کوئی شک نہیں اور جو ہر شخص کے نزدیک معلوم و معروف ہے اس کو تو چھوڑو ہی، جس میں شک ہے اس کو بھی چھوڑ دو (دعوا الربا والریبة) ۔ یہ بیان ایک طرح سے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق ہے کہ "**الحلال بین والحرام بین وبینهما مشتبهات لایعلمها کثیر من الناس**" ۳۵۔ یعنی حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے البتہ ان کے درمیان کچھ مشتبہات بھی ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے (لہٰذا ان سے بھی بچو)۔

خلاصۂ کلام

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ربا (سود) سے متعلق آیت آخری نازل ہونے والی آیت نہیں ہوسکتی۔ ربا ہر عہد اور قوم میں ایک جانی بوجھی ناپسندیدہ اور ممنوع چیز رہی ہے جس کی تعریف و تفسیر کی کبھی ضرورت نہیں رہی ہے۔ اس ممانعت کو رسول اللہ ﷺ نے عہد مدنی میں پوری طرح نافذ کر کے دکھلایا۔ اس کی تحریم ایک سے زائد محکم آیات کے ذریعہ وارد ہے۔ جس آیت کے بارے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ سب سے آخر میں نازل ہوئی اس کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ یہ مدینہ کے ابتدائی دور میں سورہ بقرہ کے آخر میں نازل ہوئی ہے نہ کہ قرآن کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیات میں سے ہے۔

رہی حضرت عمرؓ والی روایت تو پہلی بات یہ ہے کہ اس کے ایک راوی کے بارے میں کلام کیا گیا ہے جس سے اس کی صحت میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر یہ معلوم نہیں کہ حضرت عمرؓ نے یہ بات کس سے اور کیوں فرمائی۔ کیا معاملہ درپیش تھا اور کس آیتِ ربا کے

بارے میں فرمایا؟ مزید برآں اس روایت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سود سے متعلق کوئی نیا مسئلہ درپیش رہا ہوگا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے تاکید کے لیے فرمایا کہ سود کے معاملہ میں کوئی نسخ یا کوئی لچک نہیں ہے۔ آیت ربا سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے یعنی اس کی تحریم آخری اور قطعی ہے۔ البتہ جو مسئلہ درپیش ہے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی وضاحت مروی نہیں ہے۔ اس کی تفسیر سے پہلے رسول اللہ ﷺ رخصت ہوگئے۔ اب احتیاط اسی میں ہے کہ واضح سود (ربا) کو تو چھوڑ دو ہی جس معاملہ میں شک ہے (ریبہ) اسے بھی چھوڑ دو۔

جن لوگوں نے مذکورہ بالا اثر کو بنیاد بنا کر سود کی مشہور عالم تعریف کو چھوڑ کر اپنے اپنے طور پر نئی تعریفات پیش کرنے کی سعی غیر مشکور کی ہے انھوں نے سود کی تحریم کو تقریباً زائل کر دیا ہے۔ اور اس سے ایک محکم آیت کی بابت تشکیک و تخفیف کا دروازہ کھول دیا ہے۔ حالانکہ اسی کو دور کرنے کے لیے حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ صریح و مشتبہ ہر دو طرح کے ربا کو ترک کر دو۔ واللہ اعلم

حواشی و مراجع

۱۔ محدثین کی اصطلاح میں ''اثر'' اس روایت کو کہتے ہیں جو صحابہ پر ختم ہو جاتی ہے جب کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل یا ان کی موجودگی میں کیے گئے کاموں کے بیان پر اختتام پذیر ہوتی ہے۔

۲۔ محمد عبدالہادی السندی (متوفی ۱۱۳۸ھ)، حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجۃ، دارالجیل بیروت، ج ۴، ص ۴۸۲

۳۔ احمد ابن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسۃ قرطبۃ، القاہرۃ، ۱/۳۶

۴۔ فخر الدین محمد بن عمر المعروف فخر الدین الرازی، مفاتیح الغیب، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۹/۳۹۲

۵۔ ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن أبی داؤد، دارالکتاب العربی، بیروت، ۳/۲۴۹

٦ مفاتیح الغیب، محولہ بالا، ۸۸/۷

۷ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفۃ، بیرت، ۱۳۷۹ھ/۴/۳۱۳-۳۱۵

۸ ابن عاشور، تفسیر التحریر، الدار التونسیۃ للنشر، تونس، ۱۹۸۷ء، ۳/ ۸۷

۹ محمد ابن عبد الوہاب، مختصر السیرۃ، مطابع الریاض، الریاض، ص ٦

۱۰ ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی، دار الوفاء، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۲٦ھ/ ۲۰۰۵ء، ۴/۲۲

۱۱ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ۳/ ۷۷

۱۲ قدامہ بن جعفر بن قدامۃ بن زیاد الکاتب البغدادی، الخراج وصناعۃ الکتابۃ، دار الرشید للنشر، بغداد، الطبعۃ الاولی، ۱۹۸۱ء، ص ۲۷۳،

۱۳ See Botje (1988) cited by Visser, Hans, *Islamic Finance*, Edward Elgar, Cheltenham, p.33

۱۴ اقبال احمد خان سہیل، ربا کیا ہے؟ (طبع اول ۱۹۳٦ء)، فاروس میڈیا، طبع ثانی، نئی دہلی ۱۹۹۹ء، ص ۳۲، ۱۱۲

۱۵ El-gamal, Mahmoud, *Islamic Finance*, Cambridge University Press, Cambridge, New York, 2006, p.49

۱٦ Mansoori, Muhammad Tahir, *Shari'ah Maxims-Modern Applications in Islamic Finance*, Shari'ah Academy, International Islamic University, Islamabad, (2nd edition), 2012, Chapter 12

۱۷ محمد رشید بن علی رضا، (المتوفی: ۱۳۵٦ھ)، تفسیر القرآن الحکیم (تفسیر المنار)، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، ۱۹۹۰ء، اقبال احمد خاں سہیل، ربا کیا ہے؟ ص ۱۱۰، ۱۲۸

۱۸ حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجه، ۴/۴۸۲

۱۹ محمد فؤاد عبد الباقی (محقق)، محمد بن یزید القزوینی ابن ماجہ، سنن ابن ماجة والأحادیث مذیلة بأحکام الألبانی علیه، دار الفکر، بیروت، ۲/ ۷٦۴

۲۰ سنن أبی داؤد، دار الکتاب العربی، بیروت، ۳/ ۳۳۰

۲۱ سلیمان بن احمد بن ایوب ابوالقاسم الطبرانی، مسند الشامیین، محقق: حمدی بن عبدالمجید السّلفی، مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولی، بیروت، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء، ۳/۳۹۶

۲۲ نعمة اللہ بن محمود نعمة اللہ النخجوانی، الفواتح الإلٰهية والمفاتح الغيبية الموضحة للكلم القرآنية والحكم الفرقانية، دار رکابی للنشر، مصر، ۱۹۹۹ء، ۱/۱۸۱

۲۳ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری، جامع البيان فی تفسير القرآن، دار ہجر، مصر، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء، ۷/۳۴۶

۲۴ المتقی بن حسام الدین الہندی، كنز العمال، مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۹ھ/۱۹۷۸ء (رقم ۴۲۷۸)، ۶/۱۴۷

۲۵ عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، (۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)، الدر المنثور فی التفسير بالماثور، دار ہجر، مصر، ۷/۶۱۲

۲۶ مسند الإمام أحمد بن حنبل، ۶/۱۴۷

۲۷ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی، مصنف عبدالرزاق، (تحقیق: حبیب الرحمٰن الأعظمی)، المکتب الإسلامی، بیروت، الطبعة الثانية، ۱۴۰۳ھ، ۸/۱۵۰

۲۸ نورالدین بن عبدالہادی ابوالحسن السندی، حاشية السندي علی النسائی، تحقیق: عبدالفتاح ابوغدة، مکتب المطبوعات الإسلامیة، حلب، الطبعة الثانية، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء، ۷/۳۰۸

۲۹ عبدالرحمٰن بن ابوبکر، جلال الدین السیوطی، حاشية السيوطی والسندی علی سنن النسائی، ۶/۲۵۴

۳۰ حاشية السندی علی سنن ابن ماجة، دارالجیل، بیروت، ۴/۴۸۲

۳۱ سبل الهدی والرشاد فی سيرة خير العباد للإمام محمد بن يوسف الصالحي الشامي، دارالکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء، الجزء الاول

۳۲ احمد بن علی بن حجر العسقلانی، فتح الباری شرح صحيح البخاری، ۴/۳۱۳

۳۳ ربا کیا ہے؟ ص ۱۱۰، ۱۲۸، محمود احمد، Islamic Finance، محولہ بالا، ص ۵۰

۳۴ ابوبکر احمد بن علی الجصاص، احکام القرآن، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ۲/۱۸۶

۳۵ صحيح بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدينه